61	(B)	62	(C)	63	(A)	64	(C)	65	(A)	66	(D)	67	(A)	68	(A)	69	(C)	70	(C)
71	(A)	72	(D)	73	(C)	74	(C)	75	(C)	76	(C)	77	(D)	78	(B)	79	(A)	80	(B)
81	(C)	82	(B)	83	(D)	84	(D)	85	(B)	86	(B)	87	(B)	88	(D)	89	(D)	90	(B)
91	(A)	92	(C)	93	(D)	94	(A)	95	(D)	96	(C)	97	(B)	98	(C)	99	(C)	100	(C)
101	(A)	102	(A)	103	(A)	104	(C)	105	(B)	106	(B)	107	(B)	108	(C)	109	(A)	110	(B)
111	(D)	112	(B)	113	(A)	114	(C)	115	(D)	116	(B)	117	(C)	118	(B)	119	(C)	120	(B)
121	(A)	122	(A)	123	(A)	124	(C)	125	(C)	126	(B)	127	(C)	128	(A)	129	(C)	130	(D)
131	(A)	132	(A)	133	(D)	134	(A)	135	(B)	136	(C)	137	(D)	138	(C)	139	(C)	140	(A)
141	(B)	142	(C)	143	(A)	144	(C)	145	(A)	146	(C)	147	(D)	148	(C)	149	(B)	150	(D)
151	(A)	152	(C)	153	(B)	154	(D)	155	(C)	156	(D)	157	(C)	158	(C)	159	(A)	160	(B)
161	(C)	162	(B)	163	(C)	164	(C)	165	(D)	166	(C)	167	(C)	168	(A)	169	(C)	170	(B)
171	(B)	172	(D)	173	(C)	174	(A)	175	(A)	176	(B)	177	(D)	178	(B)	179	(C)	180	(D)
181	(D)	182	(A)	183	(C)	184	(A)	185	(B)	186	(D)	187	(B)	188	(A)	189	(B)	190	(D)
191	(A)	192	(A)	193	(B)	194	(D)	195	(D)	196	(A)	197	(D)	198	(C)	199	(A)	200	(C)

سوال نمبر 1: مندرجہ ذیل پیراگراف کی سیاق و اسباق کے حوالے تشریح کریں ۔

1) ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابل قدر ہے ' سلاطین بنی امیہ کی ناجائز کاروائیوں کا مٹانا تھا ۔ سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ ' جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبصے میں تھا ' اپنے خاندان کے ممبرون کو جاگیر میں دے دیا تھا ۔ جس طرح سلاطین تیموریہ کے زمانے میں بڑے بڑے صوبے شہزادوں کی جاگیر میں دے دیے جاتے تھے ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ تخت خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے ان کو اس کا خیال ہوا ' لیکن ایسا کرنا تمام خاندان خلافت کو دشمن بنا لینا تھا ۔

2) علامہ موصوف نے اس کتاب میں صرف ان باتوں کا لیا ہے جو زیادہ تر ان کے اخلاق اور عدل و انصاف سے واسطہ رکھتی ہیں ۔ چنانچہ ہم واقعات کو اس موقعے پر نقل کرتے ہیں ۔ ان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے واقعات اور حالات میں سب سے زیادہ جو چیز قابل لحاظ ہے وہ غیر مذہب والوں کے ساتھ ان کا طرز عمل ہے ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ مذہب کی مجسم تصویر تھے ۔ مذہبی حیثیت سے ان کو " عمر ثانیؒ " کا لقب دیا گیا ہے ۔ **(زیادہ اہم)**

3) بنوامیہ کے دفتری اعمال میں سب سے زیادہ قوم کو برباد کرنے والا یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے آزادی اور حق گوئی کا استیصال کر دیا تھا ۔ عبدالملک نے تخت پر بیٹھ کر حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میری کسی بات پر روک ٹوک نہ کرنے پائے اور جو شخص ایسا کرے گا سزا پائے گا ' اگرچہ اس پر بھی آزادی پسند عرب کی زبانیں بند نہ ہوئیں تاہم بہت کچھ فرق آگیا تھا ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بدعت کو بالکل مٹادیا ۔ دو نہایت متدین اور راست باز شخص اس کام پر مقرر کیے کہ عدالت کے وقت اُن کے پاس موجود رہیں اور ان سے جو غلطی سرزد ہو فوراً ٹوک دیں ۔ ان کے اس طرز عمل سے لوگوں کو عام طور پر جرات ہو گئی تھی اور لوگ نہایت بے باکی سے اُن کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے ۔

4) یہ امر بیان کرنے کے قابل ہے کہ خلفائے نبی اُمیہ کی دولت مندی کا یہ حال تھا کہ جب ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی تو اس کے ترکے میں سے صرف اولاد ذکور کو جس قدر نقدی رقم وراثت میں ملی اس کی تعداد ایک کروڑ دس لاکھ دینار تھی۔ لیکن عمر بن عبد العزیزؒ نے جب وفات پائی تو کل سترہ دینار چھوڑے، جن میں تجہیزوتکفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد دس دینار بچے جو ورثا پر تقسیم ہوئے۔ غرض عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت اور سلطنت ٹھیک اسی اصول کا نمونہ تھی جو اسلام نے قائم کیا تھا۔ **(زیادہ اہم)**

5) عمر بن عبدالعزیزؒ اکثر عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں مہمان ہوتے تھے لیکن ان کے کھانے کی قیمت دے دیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت اپنے مقبرے کے لیے جو زمین پسند کی وہ ایک عیسائی کی تھی۔ اس کو بلا کر خریدنا چاہا۔ اس نے کہا، امیرالمؤمنین! قیمت کی ضرورت نہیں، ہمارے لیے تو یہ امر برکت کا باعث ہو گا لیکن انھوں نے نہ مانا اور تیس دینار دے کر وہ زمین خرید لی۔

6) عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت و سلطنت کا اصلِ اصول مساوات اور جمہوریت تھا۔ یعنی یہ کہ تمام لوگ یکساں حقوق رکھتے ہیں اور بادشاہ کو کسی پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں۔ صرف ملکی اُمور میں نہیں بلکہ معاشرت اور ذاتی زندگی میں بھی عمر بن عبدالعزیزؒ اس کا لحاظ رکھتے تھے۔

7) مسلمانوں کا نصب العین اسلام ہے ۔ وہ اسلام نہیں جس کا ڈنکا مطلق العنان بادشاہوں اور خود غرض اُمراء نے بجایا بلکہ وہ اسلام جس کا حامل قرآن ہے ' جس نے صرف ان دیکھے خدا کے آگے سر جھکانا سکھایا ۔ وہ اسلام جس کا نمونہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمانوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے ۔ وہ سچائی ' وہ دلیر ی' وہ خود اعتمادی ' وہ انکسارو امن پسندی' وہ محنت و مساوات ' وہ صبر و تقوی ' وہ مسلم وغیر مسلم سب کی خدمت ' سب کے حقوق کا تحفظ ' سب سے رواداری اور محبت ! یہ ہے پاکستان کے مسلمانوں کا نصب العین۔ **(زیادہ اہم)**

8) سر سید نے قدامت پسند مسلمانوں کو نئے زمانے کی ضروریات سے آگاہ کیا اور ہزار وقتوں سے ان کو نئے علوم کے حصول اور نئی حکومت سے تعاون پر آمادہ کیا ۔ اپنی مذہبی تصانیف اور رسالہ " تہذیب الا خلاق " کے اجرا سے انھوں نے ثابت کر دکھایا کہ اسلام عقل کے اصولوں پر مبنی ہے ۔ اُن کی تعلیمی مساعی 1877 ء میں تکمیل کو پہنچیں جب علی گڑھ کالج کا افتتاح ہوا جو کم ازکم تیس برس تک مسلمانان ہند کا واحد قومی مرکز بنا رہا ۔ **(زیادہ اہم)**

9) سید احمد نے ایک نظام حکومت قائم کر کے قبائل کی معاشرتی اصلاح کے احکام نافذ کیے لیکن بعض سرداروں کی غداری سے ' جو سکھوں کے ساتھ شریک ہو گئے آخر کار مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان کا رہنما 6 مئی 1831 ء بالاکوٹ میں شہید ہوا یعنی مسلمانوں کی مساعی خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں برباد ہو گئیں ۔

10) علی گڑھ تحریک کی وجہ سے قوم میں کئی اور تحریکات شروع ہو گئیں ۔ اختلافات ضرور رونما ہوئے لیکن ایک حد تک یہ نئی زندگی کا نشان تھے ۔ سر سید ' امیر علی اور دیگر بزرگوں نے اسلام کو مغربی علوم سے اس طرح جا ملایا تھا کہ اسے ایک ترقی یافتہ مذہب ثابے کیا لیکن اس جدید علم الکلام کے رد عمل کے طور پر بعض اور مذہبی مساعی بروئے کار آئیں ۔

11) اس مساعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب سے بیگانگی کم ہو گئی اور مغرب کی ذہنی غلامی سے نجات ملی لیکن ساتھ ہی ایک ایسی فضا بھی پیدا ہو گئی جس میں اپنی ہر چیز اچھی اور دوسروں کی ہر چیز بری نظر آنے لگی اس کی اصلاح ضروری ہو گئی۔ اقبال نے آکر اسلامی علوم کے غائر مطالعے کے بعد اپنا خاص اسلامی فلسفہ قوم کے سامنے پیش کیا جس کا مقصد کامل ترین انسان کی انفرادی نشوونما ہے۔

12) دوسروں سے کام لینے کا انھیں بڑا اچھا سلیقہ تھا ۔ وہ کچھ ایسے مہر آمیز طریقے سے کہتے تھے اور اس طرح ہمت افزائی کرتے تھے کہ لوگ خوشی خوشی اُن کا کام کرتے تھے ۔ اپنے ملازموں اور ناتحتوں سے بھی ان کا سلوک ایساتھا کہ وہ ان کی فرمائش کی تعمیل ایسی تن دہی اور شوق سے کرتے تھے جیسے ان کا کوئی ذاتی کام ہو اور وقت پر جان لڑادیتے تھے ۔

13) جس زمانے میں نواب صاحب پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالا ' مسلمانوں میں مذہبی جذبہ بہت بڑھا ہوا تھا ۔ اس کے متعد د اسباب تھے ۔ ان میں سے شاید ایک یہ بھی تھا کہ انسان جب ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو مذہب کی پناہ ڈھو نڈتا ہے ۔ مسلمان دولت و اقبال ' جاہ و ثروت سب کچھ کھو چکے تھے ' ایک مذہب رہ گیا تھا اس لیے یہ انھیں اور بھی عزیز ہو گیا ۔ ذراسی بد گمانی پر بھی ان کے جذبات بھڑک اُٹھتے تھے ۔ اس وقت شاید ہی کوئی ایسا مصنف یا ادیب ہو جس نے مذہب پر قلم فرسائی نہ کی ہو ۔ **(زیادہ اہم)**

14) تقریر کے وقت منہ سے پھول جھڑتے تھے ۔ آواز میں شرینی اور دل کشی تھی ۔ اکثر لوگ جو اُن سے ملنے یا کسی معاملے میں گفتگو کرنے آتے تو ان کی ذہانت اور لیاقت کے قائل ہو جاتے ۔ ان کی خوش بیانی ایسی تھی کہ اکثر اوقات مخالف بھی مان جاتے تھے ۔ دکن میں رہتے رہتے اور بعض امراض

کی وجہ سے بھی وہ شدید موسم کو برداشت نہیں کرسکتے تھے

15) وہ جو ہر قابل تھے مگر موقعے کی تاک میں تھے ۔ حیدر آباد میں ان کی سیاست دانی ' تدبر ' انتظامی قابلیت کے جو ہر کھلے ۔ اُن کا ذہن ایسا رہا ' اُن کی طبیعت ایسی حاضر ' اُن کے اوسان ایسے بجا اور معاملات اور واقعات پر ایسا عبور تھاکہ بڑے بڑے پیچیدہ معاملات کو باتوں باتوں میں سلجھا دیتے تھے ۔ وہ اگر ترکی یا کسی اور سلطنت کے فارن منسٹر ہوتے تو یقیناً دنیا میں بڑا نام پیدا کرتے ' بڑے بڑے مدبر ان کا لوہا مان گئے تھے ۔ **(زیادہ اہم)**

16) عالم کا رنگ بے رنگ دیکھ کر تد بیر اور مشورہ دو تجربہ کا دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور ایک سیب کے درخت میں جھولا ڈالے الگ باغ میں جُھولا کرتے تھے ' البتہ جو صاحب ضرورت اُن کے پاس جاتا ' اسے صلاح مناسب بتا دیا کرتے تھے ۔ یہ سب مل کر اُن کے پاس گئے کہ برائے خدا کوئی ایسی راہ نکالیے جس سے احتیاج و افلاس کی بلا سے بند گان خدا کو نجات ہو ۔ وہ بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اپنے کیے کا علاج نہیں ۔ خسرو آرام ایک فرشتہ سیرت بادشاہ تھا ۔ تم نے اُس کا حق شکرنہ ادا کیا اور اس آفت کو اپنے ہاتھوں سر لیا ۔ **(زیادہ اہم)**

17) وہ انھیں دیکھتے ہی ہنسا اور ایک قہقہ مار کر پکارا کہ آؤ انسانو! نادانو! آرام کے بندو ! عیش کے پابندو ! آؤ آؤ آج سے تم ہمارے سپرد ہوئے ۔ اب تمہاری خوشی کی امید اور بچاؤ کی راہ اگر ہے تو ہمارے ہاتھ ہے ۔ خسرو آرام ایک کمزور ' کام چور ' بے ہمت ' کم حوصلہ ؛ بھو لا بھالا ' سب کے منہ کا نوالہ تھا ' نہ تمھیں سنبھال سکا ' نہ مصیبت سےنکال سکا ۔ بیماری اور قحط سالی کا ایک ریلا بھی نہ ٹال سکا ۔

18) اتفاقاً ایک میدانِ وسیع میں تختہ پھلوں کا کھلا کہ اس سے عالم مہک گیا مگر بُو اس کی گرم اور تیز تھی۔ تاثیر یہ ہوئی کہ لوگوں کی طبیعتیں بدل گئیں اور ہر ایک کے دل میں خودبخود یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ سامان عیش و آرام کا جو کچھ ہے میرے ہی کام آئے اور کے پاس نہ جائے۔ اس غرض سے اس گلزار میں گلگشت کے بہانے کبھی تو فریب کے جاسوس اور کبھی سینہ زوری کے شیاطین آکر چالاکیاں دکھانے لگے، پھر تو چند روز کے بعد اُن کی ذُرّیات یعنی غارت، تاراج، لوٹ مار آن پہنچے اور ڈرا کے مارنے لگی۔

19) دامن کوہ میں دیکھا کہ ایک جوان قوی ہیکل کھڑا ہے ۔ چہرہ اس کا ہوا سے جُھر یا ہوا ' دھوپ سے تمتمایا ہوا ؛ مشقت کی ریاضت سے بدن اینٹھا ہوا ' پسلیاں ابھری ہوئیں ' ایک ہاتھ میں کھیتی کا سامان ؛ ایک ہاتھ میں معماری کے اوزار لیے ہانپ رہا ہے ۔

20) عالم کا رنگِ بے رنگ دیکھ کر تدبیر اور مشورہ دو تجربہ کار دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور ایک سیب کے درخت میں جُھولا ڈالے الگ باغ میں جُھولا کرتے تھے۔ البتہ جو صاحب ضرورت اُن کے پاس جاتا، اُسے صلاح مناسب بتا دیا کرتے تھے۔ یہ سب مل کر اُن کے پاس گئے کہ برائے خدا کوئی ایسی راہ نکالیے جس سے احتیاج و افلاس کی بلا سے بندگانِ خدا کو نجات ہو۔ **(زیادہ اہم)**

21) الغرض ہمت اور تحمل ان سب کو جنگلوں اور پہاڑوں میں لے گئے۔ کانوں کا کھودنا، اتار چڑھاؤ ہموار کرنا، تالابوں سے پانی سینچنا، دریاؤں کی دھاروں کا رخ پھیرنا، سب سکھایا۔ لوگوں کے دلوں پر اس کی بات کا ایسا اثر ہو ا تھا کہ سب دفعۃً کمریں باندھ، آنکھیں بند کر، دیمک کی طرح رُوئے زمین کو لپٹ گئے۔**(زیادہ اہم)**

22) طمع ایسی چیز ہے کہ بڑا سیانا آدمی بھی دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنگلی جانور، مینا، طوطا، لال، بُلبل، آدمی کی شکل سے بھاگتے ہیں، لیکن دانے کی طمع سے جال میں پھنس جاتے ہیں اور زندگی بھر قفس میں قید رہتے ہیں۔ اسی طرح محمد عاقل اپنا فائدہ دیکھ کر خوش ہوا اور جب مزااج دار نے کہا کہ وہ حجن بیگم کا تمام اسباب جو بکنے کو نکلے گا، میرے پاس لانے کا وعدہ کر گئی ہے، تو محمد عاقل نے کہا:"ضرور دیکھنا چاہیے۔"

23) سب کچھ خدا نے ان کو دے رکھا تھا ' دولت کی کچھ انتہا نہ تھی ' نوکر چاکر ' لونڈی ' غلام پالکی نالکی سبھی کچھ تھا ' ایک تو اولاد کی طرف رنجیدہ رہاکرتی تھیں ' کوئی بچہ نہ تھا ' دوسرے نواب صاحب کو ان کی طرف مطلق التفات نہ تھا ' شاید اولاد نہ ہونے کے سبب محبت نہ کرتے ہوں ' ورنہ بیگم

صورت میں چند ے آفتاب ' چندے ماہتاب اور حسن و دولت پر مزاج ایسا سادہ کہ ہم جیسے نا چیزوں کو برابر بٹھا نا اور پو چھنا ۔ بیگم کو فقیروں پر پرلے درجے کا اعتماد تھا ۔

24) غرض پہلی ہی ملاقات میں مزاج دار نے حجّن کا ساتھ ایسی نے تکلفی کی کہ اپنا حال جزووکل اس سے کہ دیا اور حجّن نے باتوں پہ باتوں میں تمام بھید معلوم کر لیا۔ ایک پہر کامل حجّن بیٹھی رہی۔ رخصت ہونے لگی تو مزاج دار نے بہت مِنت کی کہ اچھی بی حجّن، اب کب آؤ گی؟ حجّن نے کہا:"میری بھانجی موم گروں کے چھتے میں رہتی ہے اور بہت بیمار ہے۔ اسی کے علاج کے واسطے میں آگرے سے آئی ہوں۔ اس کے دوا معالجے سے فرصت کم ہوتی ہے، مگر ان شاء اللہ دوسرے تیسرے دن تم کو دیکھ جایا کروں گی۔" (**زیادہ اہم**)

25) اکبری کو جہیز میں جو کپڑے ملے تھے، ان کا حال سُنیے۔ جب تک ساس کے ساتھ رہیں، ساس دسویں دن نکال کر دھوپ دے دیا کرتی تھیں۔ شروع برسات میں الگ ہو کر رہیں۔ کپڑوں کا صندوق جس کو ٹھٹھری میں جس طرح رکھا گیا تھا۔ تمام برسات گزر گئی، اس کو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ وہیں اسی طرح رکھ رہا۔ جاڑے کی آمد میں دو لائی کی ضرورت ہوئی تو صندوق کھولا گیا۔ بہت کپڑوں کو دیمک چاٹ گئی تھی۔ چوہوں نے کاٹ کاٹ کر بغارے ڈال دیے تھے۔

26) مزاج دار نے بہت خاطر داری سے حجن کو پاس بٹھایا اور سب چیزیں دیکھیں۔ سرمہ اور نادِ علی دو چیزیں پسند کیں۔ حجن نے مزاج دار کو باتوں ہی باتوں میں تاڑ لیا کہ یہ عورت جلد ڈھب پر چڑھ جائے گی۔ ایک پیسے کا بہت سا سرمہ تول دیا اور دو آنے کو نادِ علی حوالے کی اور فیروزے کی ایک انگوٹھی تبرک کے طور پر اپنے پاس سے مفت دی۔ مزاج دار ریچھ گئی۔ (**زیادہ اہم**)

27) مسلمانوں کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوتے ہی بھیم سنگھ کے سپاہیوں نے اکاد کا حملے شروع کر دیے ۔ تیس چالیس سپاہیوں کا گروہ اچانک کسی ٹیلے یا پہاڑی کی چوٹی پر نمو دار ہوتا اور آن کی آن میں محمد بن قاسم کی فوج کے کسی حصے پر تیر اور پتھر برسا کر غائب ہو جاتا ۔ گھوڑوں کے سوار ادھر اُدھر ہٹ کر اپنا بچاؤ کر لیتے لیکن شتر سوار دستوں کے لیے یہ حملے بڑی حد تک پریشان کن ثابت ہوئے ۔

28) میں دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے قوم کے لیے رستم نہ بنائے بلکہ مجھے مثنیٰ ؓ بننے کی توفیق دے جن کی شہادت نے ہر مسلمان کو جذبۂ شہادت سے سرشار کر دیا تھا۔ میرے لیے اس سپہ سالار کی جان کی کوئی قیمت نہیں جو اُسے اپنے سپاہیوں کی تلواروں کے پہرے میں چھپا کر رکھتا ہے اور اپنے بہادروں کو جان کی بازی لگانے کے بجائے جان بچانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر اس قلعے کو فتح کرنا اس قدر اہم نہ ہوتا تو میں یہ مہم شاید کسی اور کے سپرد کر دیتا لیکن اس مہم کا خطرہ اور اس کی اہمیت دونوں اس بات کی متقاضی ہیں کہ میں خود اس کی رہنمائی کروں۔ (**زیادہ اہم**)

29) مسلمانوں کی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ انھیں اپنے سپہ سلار کی عدم موجودگی کا احساس تک بھی نہ تھا ۔ ہماری تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ نہیں ملے گا ' جب سالار کی شہادت سے بددل ہو کر مجاہدوں نے ہتھیار ڈال دیے ہوں ۔ ہم بادشاہوں اور سالاروں کے لیے نہیں لڑتے ۔ ہم خدا کے لیے لڑتے ہیں ۔ بادشاہوں اور سالاروں پر بھروسہ کرنے والے ان کی موت کے بعد مایوس ہو سکتے ہیں لیکن ہمارا خدا ہر وقت موجود ہے ۔ قرآن میں ہمارے لیے اس کے احکام موجود ہیں۔

30) محمد بن قاسم نے بصرہ میں تین دن قیام کیا ۔ اس کی آمد سے پہلے بصرہ میں حجاج بن یوسف کے پاس مکران کے گور نر محمد بن ہارون کا یہ پیغام پہنچ چکا تھا کہ عبید اللہ کی قیادت میں بیس آدمیوں کا جو وفد دیبل بھیجا گیا تھا ' اس میں سے صرف دو نوجوان جان بچا کر مکران پہنچنے میں کا میاب ہوئے ہیں ۔ (**زیادہ اہم**)

31) مجھے یقین ہے کہ اس قلعے کے فتح ہو جانے کے بعد دشمن یہ تمام علاقہ خالی کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور دشمن کے جو سپاہی یہاں سے فرار ہوں گے، وہ دیبل پہنچ کر ایک شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ کریں گے لیکن اگر ہم یہاں سے کترا کر نکل گئے تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور ہمارا عقب ہمیشہ غیر محفوظ رہے گا۔

32)	ڈھلتے سورج میں بحرالکاہل کروٹیں بدل رہا تھا اور چاروں طرف زمرد کی آمریت مستحکم ہو چکی تھی ۔ تاجد نظر سبرہ ' یوں احساس ہوا کہ جزیرے اووا ہو میں کہنہ مشق کائنات نئے سرے شباب پر آئی ہے ۔ اس نے ننھے منے رقبے میں فطرت کا ہر رنگ پایا جاتا ہے ۔ سمندر یہاں عمیق تر ہوتا چلا گیا ہے ۔ یہ جنوبی یورپ کے آبی کناروں سے زیادہ نیلا اور چمکیلا ہے ۔ دوپہر کے وقت اس نیلم کی بھڑک آنکھیں خیرہ بکردیتی ہے ۔ میں نے وجدانی حسن میں اس طرح ڈوبے ہوئے ساحؔ بہت کم دیکھے ہیں ۔
33)	ورنہ در حقیقت سپر مارکیٹ ایسی شیطان کی آنت ہے کہ دل چاہتا ہے کہ خود ٹرالی میں لٹک جائیں۔ اس ادارے کی افراط دیکھ کر انسان ایشیا، افریقہ کی بھوک اور قحط بھول جاتا ہے۔ اس جگہ بلا ارادہ اور بلا ضرورت خریداری کرنی پڑتی ہے۔ ہر شے کے پچاس قسمیں اور ہر قسم چھت تک چنی ہوئی۔ ہر دوسرے قدم میں سیل لکھا ہوا۔ اگر نقد نہیں تو ادھار لیجیے۔ سپر مارکیٹ میں جا کر عورت کی آنکھیں اور بٹوے کھل جاتے ہیں۔ **(زیادہ اہم)**
34)	غرض یہ کہ اوّل تو قدرت نے اپنے حسن کے لنگر یہاں جاری کردیے تھے ' جو کچھ کمی تھی وہ انسان نے پوری کردی ۔ اس شام ہم گھر کا سارا سودا لینے سپر مارکیٹ گئے ۔ بہت سے صاحبان اس ادارے کو جانتے ہیں لیکن بہت سی میری ہم وطن بہنیں اس کے متعلق جاننا چاہیں گی ۔ تو سنیئے سپر مارکیٹ امریکن سرمایہ داری کا مکمل مظاہر ہ اور امریکن طرز حیات کا بنیاد قلعہ اور اس کی لا محدود افراط کا ذخار ہے ۔ جب سے یہ بروئے زمین بر سر پیکار ہوا ' ننھی ننھی دکانیں اور چھوٹے چھوٹے بساطی پنساری دیوالیہ ہو گئے ۔ یہ سپر مارکیٹ دس بازاروں کا مہا گُرو ہے ۔ **(زیادہ اہم)**
35)	ہم نے پہلی ٹھیکی کلکتہ میں لگائیں۔ کلکتہ میری جائے پیدائش ہے، حالانکہ میں صرف ایک سال کی شیر خوار وہاں سے لے آئی گئی تھی لیکن پھر بھی اس جگہ سے اُنس تھا۔ اس کو دیکھنے کا ارمان تھا لیکن میرے جذبات نے مجھے ہمیشہ دھکے کھلوائے۔ ایئر پورٹ سے لے کر پولیس اسٹیشن تک جو میرا اور باقی مجھ جیسے سیاحوں کا حال ہوا وہ نا گفتہ بہ ہے۔ خدا کسی شریف انسان کو کلکتے نہ لے جائے۔ اگر مرزا غالب نے اس میں کچھ دیکھا تو ہندوستانی کسٹم آفیسر اور بنیا پولیس سے پہلے دیکھا ہوا گا۔
36)	ہم نے اکثر شاعروں کو دیکھا ہے کہ شعر کہنا چاہتے ہیں تو شفا الملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی سے رجوع کرتے ہیں اور ہفتے بھر کا مسہل لے لیتے ہیں اور پھر فی یوم ایک شعر کے حساب سے کہتے چلے جاتے ہیں ' یہ نہیں کرتے تو بیوی کو پیٹتے ہیں یا اس سے پٹتے ہیں ' بچوں کو جھڑکتے ہیں ' ذرا گھر میں شور ہوا اور وہ سر کے بال نوچنے لگے " ہائے عنقائے مضمون دام میں آکے چلا گیا " ۔
37)	کتابت کی غلطیاں تو دیکھو ' ایک کالم میں پچاس پچاس غلطیاں اور کتابت کیسی عجیب ہوئی ہے ' کوئی دائرہ بھی تو صحیح نہیں ' غضب خدا کا ' قرآن کی آیت غلط لکھ دی ' اتنا خیال نہ آیا کہ کلام الٰہی ہے ' ستیا نا س کر دیا اخبار کا ' ان تما کاپیوں کو جلا دو ' ازسر نو اخبار مرتب نہیں ہو سکتا ' اعلان کر دو کہ کل اخبار نہیں نکلے گا ۔ بلاؤ اختر کو ' اختر ! اختر کہاں ہے ؟ کہاں ہے قاضی ؟ قاضی ! بند کر دوجی اخبار کو ! بند کردو ! میں یوں اخبار نہیں نکالنا چاہتا ۔۔۔ " بس باتیں شروع۔
38)	اب سےکوئی دس سال اُدھر کا ذکر ہے کہ اخبار " نئی دنیا " کے دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا ۔ اتنےمیں کسی نے آکر کہا کہ " جمیندار صاحب آئے ہیں " میں لنگی باندھے بیٹھا تھا ۔ سر کے بال پریشان ' داڑھی دن کی بڑھی ہوئی ' " جمیندار " کا نام سنتے ہی ہڑ بڑا کے اُٹھا ' پوچھا " کون جمیندار صاحب ؟" وہ بے چارا کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ مولا نا شایق احمد عثمانی آئے اور کہنے لگے :" بھئی مولانا ظفر علی خاں آئے ہیں" **(زیادہ اہم)**
39)	میں لاہور آیا تو کچھ دنوں زمیندار کے دفتر میں بھی قیام رہا ۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ کسی نے پچھلے پہر میرا شانہ ہلایا ۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ بیٹھا ۔ لیکن ابھی صبح کا ذب تھی ' ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ کوئی شخص میرے سر ہانے کھڑا ہے ' میں گھبرا یا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے ۔
40)	آگے چل کر معلوم ہوا کہ انھیں صرف دوڑ نے اور ڈنٹر پیلنے کا ہی شوق نہیں ' مگدر بھی ہلاتے ہیں ' نیزہ بازی اور شہسواری میں بھی برق ہیں ' پیرا کی اور کشتی گیری میں بھی بند نہیں ' نشانہ بھی اچھا لگاتے ہیں۔ حیدر آباد کی ملازمت کے زمانے میں کچھ دن فوج میں بھی رہے ۔ **(زیادہ اہم)**

(41	دراصل مولانا کی شاعری پر تنقید کرنا میرا موضوع نہیں ۔ یو نہی بر سبیل تذکرہ یہ باتیں آگئیں ۔ مجھے تو یہ کہنا ہے کہ مولانا نے اپنی تمام نظمیں بہت تھوڑے وقت میں کہی ہیں ۔ شاید ہی کوئی نظم ایسی ہو جو انھوں نے گھنٹے دو گھنٹے میں کہی ہو ' ورنہ ایک نظم پر عموماً آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوتا ۔
(42	یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ مولانا نے مجھ سے ہمدردی ظاہر کی۔ علاج کے متعلق چند معقول مشورے دیے اور تشریف لے گئے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور جی میں تہیہ کر لیا کہ اب دفتر میں نہیں رہوں گا۔ اب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ مولانا توند سے کیوں محروم ہیں۔
(43	تھوڑی دیر میں مولانا ظفر علی خاں کھٹ کھٹ کرتے تشریف لائے۔ میں نے اُنھیں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ تصویریں ضرور دیکھی تھیں لیکن تصویروں سے کسی شخص کی صورت شکل کے متعلق صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا، بہر حال اتنا تو یقین تھا کہ ان کی توند ضرور بڑھی ہوئی ہو گی۔ آخر جب معمولی کارکنوں کا قبہ شکم گنبد فلک سے ہمسری کرتا ہے تو مولانا ظفر علی خاں کو جنھیں آل انڈیا لیڈر کی حیثیت حاصل ہے، ایک عدد گرانڈیل توند کا مالک ہونا چاہیے لیکن اُنھیں دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ تو توند نہ عمامہ، آخر یہ کیسے مولانا اور کیسے لیڈر ہیں؟
(44	غرض مولانا تشریف لائے اور آتے ہی سائمن کمیشن ہندوستان کی جدید اصلاحات، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور کامل آزادی کا قِصّہ چھیڑ دیا۔ مولانا شائق احمد عثمانی ان دنوں کانگرس سے باغی ہو چکے تھے اور سائمن کمیشن سے تعاون کے ھامی تھے۔ ان سے اس مسئلے پر بحثیں ریتی تھیں۔ **(زیادہ اہم)**
(45	میرا بچہ ' میری آنکھ کا تارا ' ارے دیکھو تو کیسے تن کر چل رہا ہے ۔ اس کا باہر نکلا ہوا سینہ دیکھو! سانس کس بے خوفی سے آ جا رہا ہے ! شاباش میرے لاڈلے اٹھائے رکھ ۔ تم پر ہم سب کو ناز ہے تجھ پر میرے دلارے تجھ پر ' جسے مر جانا ہے ۔ دیکھ لو اسے دیکھ لو ۔ جس کے بدن میں گرم خون لہریں مارتا تھا پر جس کے دل میں قاتل کے لہو کی ایک بوند بھی نہیں ۔ ہائے پر قاتل موجود ہے ۔
(46	میری بوڑھی زبان سے اللہ تعالیٰ کا عفو و رحم کئی بار بولا لیکن ہر بار اس نے سننے والے کا نوں کو بہرہ پایا ۔ پر اب کی بار میری التجا سن لیجئے یا مجھے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیجئے ۔ میرے حضور ! یہ وہ بد نصیب بول رہی ہے جس نے مجرم کی ماں کے اٹھ جانے کے بعد اپنی اولاد کی طرح اسے کلیجے سے لگایا ۔ میرے حضور ! خود آپ نے اسے مجھے دے ڈالا تھا ۔ میں تھی جس نے اسے زندگی دی اور توانائی بخشی کہ وہ بڑھ کر مرد بن جائے ۔ **(زیادہ اہم)**
(47	ریڈیائی مواصلات کو مارکونی کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگوں نے بھی ترقی دی ۔ ان میں سے ایک ترقی تو والو کی ایجاد تھی ۔ جو ڈاکٹر فلیمنگ کے ہاتھوں ہوئی ۔ پھر والو سے بھی بہتر چیز ایجاد ہوئی جو ٹرانسٹر کہلاتی ہے ۔ اسے جون 1948 ء میں دو امریکی سائنسدانوں بارڈین اور برٹین ے ایجاد کیا ۔
(48	ریڈیو ایجاد تو بلاشبہ مارکونی نے ہی کیا مگر ریڈیائی لہروں کو دریافت کرنے والا کوئی اور تھا اس کا نام ہر ٹز تھا ۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہر ٹز نے جن ریڈیائی لہروں کو دریافت کیا ' ان کے وجود کی پیشین گوئی ایک انگریز ماہر طبیعیات میکس ول نے محض اپنے نظریے کے زور پر کردی تھی اور ان فوائد کی بھی پیشین گوئی کردی تھی جو اس کی دریافت کے بعد اس سے حاصل ہوئے ۔ مختصر یہ کہ مارکونی کی ایجاد میکس ول کے نظریے اور ہرٹز کی دریافت کی مرہون منت ہے ۔
(49	بہت زمانے تک مواصلات یا پیغام رسانی کاکام کبوتروں سے بھی لیا گیا ۔ خط اس کی گردن میں یا اس کے بازو میں باندھ دیا جاتا اور وہ اسے منزل مقصود پر پہنچا دیتا ۔ ان کے ذریعے سیکٹروں سال تک پیغام رسانی ہوئی ۔ انھیں پہلی بار کس نے استعمال کیا ' اس کا تو علم نہیں مگریہ بات تاریخ کی کتابوں میں بہ کثرت موجود ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے انھیں پورے بلاد اسلامیہ میں استعمال کیا ہے۔ شام ' عراق' مصر اور ایران وغیرہ میں ہندوستان کے مغل فرماں روا جہانگیر نے بھی اس کام کے لیے کبوتر پال رکھے تھے ۔
(50	مولوی نذیر احمد بڑے غیور آدمی تھے ۔ سسرال والے خاصے مرفہ الحال تھے ' مگر

انھوں نے اسے گوارا نہ کیا کہ سسرال والوں کے ٹکڑوں پر پڑے رہیں ۔ جب ان کی شادی ہوئی غالباً پندرہ روپے کے ملازم تھے ۔ اسی میں الگ الگ ایک کُھنڈ لالے کر رہتے تھے ۔ میں نے بڑی بوڑھیوں سے سنا ہے کہ ان کے گھر میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی جوتی تھی ۔ کبھی بیوی ان لیتروں کو ہلگا لیتیں کبھی میاں۔ **(زیادہ اہم)**

(51) مولوی صاحب بڑے فخر سے اپنے بچپن کے مصائب بیان کرتے تھے۔ جس مسجد میں ٹھہرے تھے اس کا مُلا بڑا بدمزاج اور بے رحم تھا۔ کڑکڑاتے جاڑوں میں ایک ٹاٹ کی صف میں یہ لپٹ جاتے اور ایک میں ان کے بھائی۔ سات آٹھ سال کے بچے کی بساط ہی کیا؟ علی الصباح اگر آنکھ نہ کھلتی تو مسجد کا مُلا ایک لات رسید کرتا اور یہ لڑھکتے چلے جاتے اور صف بھی بچھ جاتی۔

(52) کئی کئی سال سے لوگوں کا ان پر تقاضا تھا کہ قرآن مجید کا ترجمہ کرو مگر وہ پس و پیش کرتے اور کہتے کہ یہ کام ان لوگوں کا ہے جو خدمت دین میں اپنی ساری ساری عمر صرف کر چکے ہیں مگر جب پنشن لے کر وہ دلی آگئے تو تیسیر کا ترجمہ شروع کیا اور اس سلسلے میں اکثر آیات قرآنی کا ترجمہ بھی کرنا پڑا ۔ اس سے انھیں اندازہ ہوا کہ یہ کام اتنا دشوار نہیں ہے جتنی کہ طبیعت میں ہچکچاہٹ ہے۔

(53) جب کاپیوں کی تصحیح ہوئی اور پروف دیکھے گئے۔ تب بھی ان میں ترمیم کی گئی اور جب تک اس کی طرف سے پورا پورا اطمینان نہیں ہو گیا۔ اسے شائع نہیں کیا گیا۔ اس میں ڈھائی سال لگ گئے مگر ترجمہ بھی ایسا شُستہ و رفتہ اور بامحاورہ ہوا کہ اب پچھلے پچاس برس میں کوئی اور ترجمہ اس سے بہتر شائع نہیں ہو سکا۔ **(زیادہ اہم)**

(54) ہم نے سفر نامے بہت لکھے ہیں ۔ چین و ما چین کے سفر نامے ' ایران ا توران کے سفر نامے ' ان جگہوں کے سفر نامے جہاں ' ہم نہیں گئے اور ان وارداتوں کو چشم دیدا حوال جو ہم نے نہیں دیکھیں ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ٹانگیں بے شک دی ہیں لیکن دماغ بھی تو دیا ہے جس کی اہمیت ٹانگوں کے برابر نہ ہو ' بہر حال ہے تو ۔

(55) اُن کے گھر میں طالب علموں کا وہ ہجوم کہ اندر جا کر دم گھٹنے لگتا تھا ۔ ہر شخص کو کھلا نا پلانا ' سامان دینا ' ان کی ضرورتوں کو نظر میں رکھنا اور ان کی فکر کرنا ۔ اس کے بعد آفس کا کام ' دوستوں کا کام ' غرض اس شخص کی مشغو لیتیں دیکھ کر ہم سب تعجب کیا کرتے تھے کہ یہ شخص زندہ کیسے ہے اور اس کے حواس کیوں کر بجا ہیں ۔

(56) وہ موجود تھے تو اُن کی مثال نعائم فطرت کی تھی مثلاً : ہوا ' روشنی جو اس درجہ عام وارزاں ہیں کہ ان کی طرف توجہ مائل نہیں ہوتی لیکن اُن میں سے کسی میں کہیں سے کوئی فرق آجائے تو پھر دیکھیے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور یہی نا قابل التفات چیزیں کیسی نعمتیں بن جاتی ہیں۔ **(زیادہ اہم)**

(57) مرحوم شخصیت اور قابلیت کے لحاظ سے قطعاً غیر معمولی آدمی نہ تھے۔ ان کے کردار کی خوبیوں نے انھیں لوگوں کے لیے بے حد دلکش بنا دیا تھا۔ ان کے عزیزوں اور دوستوں کے بیشتر بچے ان کے گھر رہ کر علی گڑھ میں زیر تعلیم تھے۔ ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھنا، اپنے دفتری کاموں کو نپٹانا اور پھر ہم سب کے کام کرنا، نہ جانے وہ ان تمام کاموں سے کس طرح عہدہ برا ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے ہر شخص چھوٹا بڑا امیر غریب ان کا دل سے احترام کرتا تھا۔ ان کی وفات پر یونیورسٹی کے طلبہ اور معززین کے علاوہ نچلے طبقے کے لوگوں کی بڑی تعداد ان کے سوگواروں میں شامل تھی۔ **(زیادہ اہم)**

(58) ایوب صاحب بد دل نہ ہوں۔ آپ کا کوئی قصور نہیں، قصور ہے تو صرف اتنا کہ آپ خوش حال اور نیک نام کیوں ہیں۔ ہمارے آپ کے اَعِزہ کے دلوں سے نیکی اور فیاضی اٹھا لی گئی ہے۔ اغیار کو تو یہ مسرور اور بافراغت دیکھ کر خوش ہوں گے اور فخر کریں گے، لیکن اپنوں کو کھاتا پیتا یا ہنستا بولتا دیکھ کر غم و غصہ کے انگاروں پر لوٹنے لگیں گے۔ یہ اپنے کھاتے کماتے عزیز کو غاصب سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ نے اُن نعمتوں پر مخالفانہ کر رکھا ہے جو بہ صورت دیگر ان کے قبضہ میں آتیں۔

(59) ہم سب کی زندگیوں میں محروم کے گھل مل جانے کا راز یہ تھا کہ اُن میں بظاہر کوئی بات غیر معمولی نہ تھی ۔ وہ غیر معمولی قابلیت کے آدمی نہ تھے ' دولت مند نہ تھا ' کچھ بہت ذہین بھی